غنیمت شمر صحبت دوستاں[1] — کہ گل پنج روز است در بوستاں
ترے بھلائی کا گر ہو سکے — شتابی سے بولے جو کچھ ہو سکے
کہ رنگِ چمن پر نہیں اعتبار — یہاں چرخ[2] میں ہے خزان و بہار
پڑی جب گرہ بارھویں سال کی — کھلی گجھڑی[3] غم کے جنجال کی
کہا شہ نے بلا نقیبوں کو شام — کہ ہوں صبح حاضر سبھی خاص و عام
سواری تکلف سے تیار ہو — مہیا کریں جو کہ درکار ہو
کریں شہر کو مل کے آئینہ بند[4] — سواری کا ہو لطف جس سے دو چند
رعیت کے خوش ہوں صغیر و کبیر — کہ نکلے گا کل شہر میں بے نظیر
یہ فرما محل میں گیا بادشاہ — نقیبوں نے سن حکم لی اپنی راہ
ہوئی شب لیا مہ نے جام شراب — گیا سجدۂ شکر میں آفتاب
خوشی میں گئی جلد شب جو گذر — ہوئی سامنے سے نمایاں سحر
عجب شب تھی وہ جوں سحر روسپید — عجب روز تھا شکل روزِ امید
گیا مژدۂ صبح لے ماہتاب — اٹھا سورج آنکھوں کو ملتا شتاب
کہا شاہ نے اپنے فرزند کو — کہ بابا نہا دھو کے تیار ہو

[1] دوستوں کی صحبت کو غنیمت جان۔ کیونکہ پھول باغ میں بہت کم مدت تک رہتا ہے ۱۲
[2] چرخ۔ دورہ۔ گردش ۱۲
[3] گجھڑی۔ گتھی ۱۲ آسی
[4] آئینہ بندی اس طرح کی جاتی ہے کہ جابجا ٹٹیوں میں آئینے لگاتے ہیں ۱۲

داستان حمام میں نہانے کی لطافت میں

پلا آتشیں آب پیر مغاں — کہ بھولے مجھے گرم و سرد جہاں
اگر چاہتا ہے مرے دل کو چین — نہ دینا وہ ساغر جو ہو قلتین[1]
کدورت مرے دل کی دھو ساقیا — ذرا شیشۂ مے کو دھو دھا کے لا
کہ سرگرم حمام ہے بے نظیر — گیا ہے نہانے کو بدر منیر
ہوا جب کہ داخل وہ حمام میں — عرق آگیا اس کے اندام میں
تن نازنیں نم ہوا اس کا کل — کہ جس طرح ڈوبے ہے شبنم میں گل
پرستار باندھے ہوئے لنگیاں — مہ و مہر سے طاس لیکر وہاں
لگیں ملنے اس گلبدن کا بدن — ہوا ڈہڈہا[2] آب سے وہ چمن
نہانے میں یوں تھی بدن کی دمک — برسنے میں بجلی کی جیسے چمک
لبوں پر جو پانی پڑا سر بسر — نظر آئے جیسے وہ گلبرگ تر
ہوا قطرۂ آب یوں چشم بوس — کہے تو پڑے جیسے نرگس پہ اوس
لگا ہونے ظاہر جو اعجاز حسن — ٹپکنے لگا اس سے انداز حسن
گیا حوض میں جو شہ بے نظیر — پڑا آب میں عکس ماہ منیر
وہ گورا بدن اور بال اس کے تر — کہے تو کہ ساون کی شام و سحر
نمی سے تھا بالوں کا عالم عجب — نہ دیکھی کوئی خوب تر اس سے شب

[1] قلتین۔ مجازاً تھوڑا سا ۱۲۔ آسی
[2] ڈہڈہا۔ سرسبز رنگ کی چمک دمک۔ ایک قسم کی خاص چمک ۱۲

کہوں اُس کی خوبی کی کیا تجھ سے بات
کہ جوں بھیگتی جائے[1] صحبت میں رات

زمیں پر تھا اک موجۂ نور خیز
ہوا جب وہ فوارہ ساں آبریز

زمرد کے لے ہاتھ میں سنگ[2] پا
کیا خادموں نے جو آہنگ[3] پا

ہنسا کھل کھلا وہ گل نوبہار
لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار

عجب عالم اُس نازنیں پر ہوا
اثر گدگدی کا جبیں پر ہوا

ہنسا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے
ہوئے جی سے قرباں چھوٹے بڑے

دعائیں لگے دینے بے اختیار
کہا خوش رکھے تجھ کو پروردگار

کہ تیری خوشی سے ہے سب کی خوشی
مبارک تجھے روز و شب کی خوشی

نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل
چمکتا رہے یہ فلک کا سہیل[4]

کیا غسل جب اس لطافت کے ساتھ
اُڑھا کھیس[5] لائے اُسے ہاتھوں ہاتھ

نہا دھو کے نکلا وہ گل اس طرح
کہ بدلی سے نکلے ہے مہ جس طرح

غرض شاہزادے کو نہلا دُھلا
دیا خلعت خسروانہ پنہا

جواہر سراسر پنہایا اُسے
جواہر کا دریا بنایا اُسے

کڑے کنگن اور کلغی اور نورتن
کیا ایک سے ایک زیب بدن

مرصع کا سرپیچ جوں موج آب
منور بشکل رُخِ آفتاب

وہ موتی کے مالے[6] بصد زیب و زین
کہیں جس کو آرام جان دل کا چین

[1] رات بھیگنا۔ رات کا ابتدائی حصہ گزرنے کے بعد کچھ خنکی ہو جاتی ہے اسی کو رات بھیگنا کہتے ہیں ۱۲
[2] سنگ پا۔ جھانواں ۱۲ [3] آہنگ۔ ارادہ [4] ایک ستارہ جس کے نکلنے کی خاصیت سے یمن میں چمڑا خوشبودار ہو جاتا ہے ۱۲۔ آسی [5] کھیس۔ ایک قسم کی موٹی چادر ۱۲ [6] مالا۔ ہار ۱۲

جواہر کا تن پر عجب تھا ظہور
کہ اک اک عدد[1] اُس کا تھا کوہ طور

غرض ہو کے اس طرح آراستہ
خراماں ہوا سرو نوخاستہ

نکل گھر سے جس دم ہوا وہ سوار
کیے خوان گوہر کے اُس پر نثار

زبس تھا سواری کا باہر ہجوم
ہوا جبکہ ڈنکا[2] پڑی سب میں دھوم

برابر برابر کھڑے تھے سوار
ہزاروں ہی تھیں ہاتھیوں کی قطار

سُنہری رُوپہلی[3] تھیں عماریاں
شب و روز کی سی طرحداریاں

چمکتے ہوئے بادلے کے نشان
سواروں کے غٹ[4] اور بانوں کی شان

ہزاروں ہی اطراف میں پالکی
جھلابور[5] کی جگمگی نالکی[6]

کہاروں کی زربفت کی کُرتیاں
اور اُن کے دبے پاؤں کی پھرتیاں

بندھیں پگڑیاں تاش[7] کی سراو پر
چکا چوندھ میں جس سے آوے نظر

وہ ہاتھوں میں سونے کے موٹے کڑے
جھلک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے

وہ ماہی مراتب[8] وہ سرو رواں
وہ نوبت کہ دولہا کا جیسے سماں

وہ شہنائیوں کی صدا خوشنما
سہانی وہ نوبت کی اُس میں صدا

وہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارچی
قدم[9] با قدم بالباس زری

بجاتے ہوئے شادیانے تمام
چلے آگے آگے ملے شادکام

[1] عدد۔ جواہر و زیور وغیرہ کے لیے بولتے ہیں ۱۲ [2] ڈنکا ہونا۔ نقارہ بجنا ۱۲ [3] روپہلی نقرئی ۱۲ [4] غٹ۔ بھیڑ۔ بانا لباس ۱۲ [5] جھلابور۔ چمکدار ۱۲ [6] نالکی۔ ایک قسم کی کھلی سواری ۱۲۔ تام جھام ۱۲ [7] تاش۔ ایک قسم کا ریشمی زری کا کپڑا۔ زربفت بادلا ۱۲
[8] ماہی مراتب۔ وہ اعزازی نشان جو بادشاہوں کی سواری کے آگے لے کر چلتے ہیں ۱۲
[9] قدم با قدم یعنی قدم سے قدم ملائے ہوئے ۱۲

سوار اور پیادہ صغیر و کبیر
جلو[1] میں تمامی امیر اور وزیر

وہ نذریں کہ جس جس نے تھیں ٹھانیاں
شہ و شاہ زادے کو گذرانیاں

ہوے حکم سے شاہ کے پھر سوار
چلے سب قرینے سے باندھے قطار

سجے اور سجاے سبھی خاص و عام
لباسِ زری میں ملبس[2] تمام

طرق[3] کے طرق اور پرے کے پرے
کچھ ایدھر اودھر کچھ ورے[4] کچھ پرے[5]

مرصع کے سازوں سے کوتل[6] سمند
کہ خوبی میں روح القدس[7] سے دوچند

وہ فیلوں کی اور میگ ڈنبر[8] کی شان
جھلکتے وہ مقیش کے سائبان

چلے پایۂ تخت کے ہو قریب
بدستور شاہانہ نپتے جریب

سواری کے آگے پے اہتمام
لیے سونے روپے کے عاصے[9] تمام

نقیب اور جلودار اور چوبدار[10]
یہ آپس میں کہتے تھے ہر دم پکار

اُسی اپنے معمول و دستور سے
ادب سے تفاوت سے اور دور سے

[1] جلو۔ ہمراہی۔ ساتھ ۱۲ [2] لباس پہنے ہوئے ۱۲ [3] طرق سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو اہتمام سواری کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔ نقیب وغیرہ یا ہجوم سے مراد ہے ۱۲ [4] ورے اِدھر ۱۲ [5] پرے اُس طرف۔ اُدھر ۱۲ [6] کوتل وہ سجا ہوا گھوڑا جو خالی سواری کے ساتھ ساتھ محض زینت کے لیے چلتا ہے ۱۲ [7] روح القدس حضرت جبرئیلؑ ۱۲ [8] میگ ڈنبر۔ ایک قسم کا لکڑی کا مکان جس میں شاہان اودھ سفر کرتے تھے اس مکان میں قلابے لگے ہوتے تھے جو ہاتھیوں کی زنجیروں سے بندھے ہوتے تھے یہ مکان ہاتھی لے کر چلتے تھے اور اس غرض سے کہ حرکت نہ ہو سیکڑوں کہار نیچے سے اُس کو اُٹھائے ہوتے تھے نِس کی طرح اُس میں ڈنڈے لگے ہوتے تھے۔ ۱۲ آسی [9] عاصے۔ عصا ۱۲ [10] چوبدار وہ نوکر جو سونے چاندی کے خول چڑھے ہوئے عصا لیکر بادشاہوں کے آگے چلتے تھے۔ ۱۲

یلا[1] نوجوانو بڑھے جائیو
دو جانب سے بانگیں لیے آئیو

بڑھے جائیں آگے سے چلتے قدم
بڑھے عمر و دولت قدم با قدم

غرض اس طرح سے سواری چلی
کہے تو کہ بادِ بہاری چلی

تماشائیوں کا جدا تھا ہجوم
کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی دھوم

لگا قلعے سے شہر کی حد تلک
دکانوں پہ تھی بادلے کی چمک

منڈھے تھے تمامی سے دیوار و در
تمامی[2] تھا وہ شہر سونے کا گھر

کیا تھا زبس شہر آئینہ بند
ہوا چوک کا لطف واں چار چند

رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ
گذرتی تھی رک رک کے ہر جایگاہ

ہوے جمع کوٹھوں پہ جوں مرد و زن
ہر اک سطح تھی جوں زمینِ چمن

یہ خالق کی سن قدرت کاملہ
تماشے کو نکلی زنِ حاملہ

لگا لنج سے تا ضعیف و نحیف
تماشے کو نکلے وضیع[3] و شریف

وحوش[4] و طیوروں[5] تلک بے خلل
پڑے آشیانوں سے اپنے نکل

نہ پہونچا جو اک مرغ[6] قبلہ نما
سو وہ آشیانے میں تڑپا کیا

زبس شاہزادہ بہت تھا حسین
ہوے دیکھ عاشق کہین و مہین

نظر جس کو آیا وہ ماہِ تمام
کیا اُس نے جھک جھک کے اُس کو سلام

دعا شاہ کو دی کہ بارِ الٰہ
سدا یہ سلامت رہے مہر و ماہ

[1] یلا نو یعنی پہلوانو ۱۲ [2] تمامی (۱) ایک ریشمی کپڑے کا نام۔ تمامی (۲) تمام۔ کل۔ سب ۱۲ [3] وضیع۔ ادنیٰ چھوٹے لوگ ۱۲ [4] وحوش۔ وحشی کی جمع ۱۲ [5] طیور طیر کی جمع طیوروں جمع الجمع ۱۲ [6] مرغ قبلہ نما سے مراد وہ سوئی جو قبلہ نما میں ہوتی ہے اور ہمیشہ قبلہ رخ رہتی ہے ۱۲ آسی

یہ خوش اپنے مہ سے رہے شہریار
کہ روشن رہے شہر پروردگار

غرض شہر سے باہر اک سمت کو
کوئی باغ تھا شہ کا اُس میں سے ہو

گھڑی چار تک خوب سی سیر کر
رعیت کو دکھلا کے اپنا پسر

اُسی کثرت فوج سے ہو سوار
پھرا شہر کی طرف وہ شہریار

سواری کو پہنچا گئی فوج اُدھر
گئے اپنی منزل میں شمس و قمر

جہاں تک کہ تھیں خادمانِ محل
خوشی سے وہ ڈیوڑھی تک آئیں نکل

قدم اپنے حجروں سے باہر نکال
کیا سب نے آ پیشوا[1] حال حال[2]

بلائیں لگیں لینے سب ایک بار
کیا جی کو یکدست[3] سب نے نثار

گیا جب محل میں وہ سرو رواں
بندھا ناچ اور راگ کا واں سماں

پہر رات تک پہنے پوشاک وہ
رہا ساتھ سب کے طربناک وہ

قضارا وہ شب تھی شب چاردہ
پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ

نظارے سے تھا اُس کے دل کو سرور
عجب عالم نور کا تھا ظہور

عجب لطف تھا سیر مہتاب کا
کہے تو کہ دریا تھا سیماب[4] کا

ہوا شاہزادے کا دل بیقرار
یہ دیکھی جو واں چاندنی کی بہار

کچھ آئی جو اُس مہ کے جی میں ترنگ
کہا آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ

خواصوں نے جا شاہ سے عرض کی
کہ شہزادے کی آج یوں ہے خوشی

ارادہ ہے کوٹھے پہ آرام کا
کہ بھایا ہے عالم لبِ بام کا

کہا شہ نے اب تو گئے دن نکل
اگر یوں ہے مرضی تو کیا ہے خلل

لہ پیشوا۔ پیشوائی۔ استقبال ۱۲ ۲؎ حال حال۔ جلد جلد ۱۲ ۳؎ یکدست۔ سراسر ۱۲ ۴؎ سیماب۔ پارہ ۱۲ - آسی

پر اتنا ہو اُس سے خبردار ہوں
جنھوں کی ہو چوکی[1] وہ بیدار ہوں

لب بام پر جب وہ سوئے صنم
کریں سورۂ نور کو اُس پہ دم

تمھارا مرا بول بالا[2] رہے
یہ اس گھر کا قائم اُجالا رہے

کہا تب خواصوں نے حق سے امید
یہی ہے کہ ہم بھی رہیں روسپید

پھریں حکم لے واں سے پھر شاہ کا
بچھونا وہیں جا کیا ماہ کا

قضارا وہ دن تھا اُسی سال کا
غلط وہم ماضی میں تھا حال کا

سخن مولوی[3] کا یہ سچ ہے قدیم
کہ آگے قضا کے ہو احمق حکیم

بڑے اپنے اپنے جو سب عیش بیچ
نہ سمجھے زمانے کی کچھ اونچ نیچ

یہ جانا کہ یوں ہی رہے گا یہ دور
زمانے کا سمجھا اُنھوں نے نہ طور

کہ اس بے وفا کی نئی ہے ترنگ
یہ گرگٹ بدلتا ہے ہر دم میں رنگ

کرا[4] بادۂ عیش در جام ریخت
کہ صد شام بر فرق صبحش نریخت

ندارِی[5] تعجب ز نیرنگ دہر
کہ آرد زیک حقہ تریاک و زہر

داستان شاہزادے کے کوٹھے پر سونے کی اور پری کے اُڑا لے جانے کی

شتابی سے اُٹھ ساقی سیمبر
کہ چاروں طرف ماہ ہے جلوہ گر

لہ مراد پہرہ ۱۲ ۲؎ بول بالا عزت۔ آبرو۔ عروج ۱۲ ۳؎ مقولہ مولانا روم ؎ چوں قضا آید طبیب ابلہ شود ۱۲
۴؎ آسمان نے کس کے پیالے میں شراب عیش دی ہے کہ اُس کی صبح کے سر پر سو شامیں نہیں ڈالیں یعنی پھر اس کو تکلیف نہیں پہنچائی ۱۲ ۵؎ تو زمانے کی نیرنگی سے تعجب نہ کر کہ یہ ایک ہی ڈبہ میں تریاق اور زہر رکھتا ہے ۱۲ - آسی